عہداورامانت کی پاسداری

موضوع کی اہمیت :

عہداورامانت کی پاسداری ہرانسان کے لئے ایک بنیادی اخلاقی وصف ہےلیکن ایک ایسی تحریک کے کارکنوں کے لئے جو اقامتِ دین کے لئے کوشاں ہو، اِس کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے۔ اِس قسم کی تحریک کوکامیابی کے لئے باکردار افراد کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اللہ صرف ایسے لوگوں کی قربانی وایثار قبول کرتا ہے جومتقی ہوں، بالفاظِ قرآنی :

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المائدہ:27)

''بےشک اللہ متقیوں کی طرف سے (قربانی) قبول کرتا ہے۔''

کردار کے حوالے سے تین اہم امور بنیادی اہمیت رکھتے ہیں یعنی سچائی، ایفائے عہداورادائے امانت۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے :

''منافق کی تین علامات ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولےاور وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرےاور جب اُس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے، خواہ روزہ رکھےاور نماز ادا کرےاور یہ دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہے۔'' (متفق علیہ)

گویاسچائی، ایفائے عہد اور ادائے امانت کی صفات کا کسی انسان میں نہ ہونا منافقت کی علامت ہے۔ نبوت کے ظہور سے قبل نبی اکرم ﷺ کے اعلیٰ کردار کی یہ شان تھی کہ آپ ﷺ الصادق اورالامین کے القابات سے مشہور تھے۔ آپ ﷺ کے جدِّ امجد حضرت اسمٰعیلؑ کی قرآن نے خوبی بیان کی کہ :

اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (مریم:54)

''بےشک وہ وعدے کے سچے تھے۔''

سورہ شعراء میں پانچ رسولوں نے اپنے کردار کی خوبی کا اعلان اِن الفاظ میں کیا کہ :

اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿﴾

''بے شک میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں۔''

ایفائے عہد

اہمیت :

قرآنِ مجید میں **6** بار ایفائے عہد کا حکم دیا گیا، **9** بار ایفائے عہد کرنے والوں کی مدح کی گئی اور **5** بار عہد شکنی کرنے والوں کی مذمت کی گئی۔ سب سے زیادہ تاکیدی انداز سورۃ بنو اسرائیل آیت **34** میں ہے :

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا ﴿﴾

''اور عہد کو پورا کرو، عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''

اِسی طرح سے ایک ارشادِ نبوی ﷺ میں سخت وعید ہے :

لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ

''جو وعدہ پورا نہیں کرتا اُس کا کوئی دین نہیں۔'' (بیہقی ؒ)

عہد کی اقسام :

عملی اعتبار سے چار طرح کے عہد ہیں جو ہمیں پورے کرنے ہیں :

i - عہدِ الست   ii - عہدِ رسالت   iii - عہدِ شریعت   iv - عہدِ تنظیم

i- عہدِ الست (تمام انسانوں کے لئے) :

تمام انسانوں کی ارواح کو تخلیق کے بعد جمع کیا گیا اور اللہ نے اُن سب سے ایک عہد لیا جسے عہدِ الست کہا جاتا ہے۔ سورۃ اعراف آیات **172 - 173** میں اِس عہد کا ذکر ہے :

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿﴾ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَکَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَکُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ

بَعۡدِهِمۡ ۚ اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿﴾

''اور جب تمہارے رب نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد نکالی تو اُن سے خود اُن کے اُوپر عہد لیا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کہ کیوں نہیں ہم گواہ ہیں۔ کہیں قیامت کے دن یوں نہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اِس کی خبر ہی نہ تھی۔ یا یہ نہ کہنے لگو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو اُن کی اولاد تھے جو اُن کے بعد پیدا ہوئے، تو کیا جو کام اہلِ باطل کرتے رہے اُس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے۔''

اس عہد کی وجہ سے توحید کا تصور ہر انسان کے باطن میں ودیعت شدہ ہے اور اُس کے پاس شرک کرنے کے لئے کوئی جواز نہیں۔ اِسی لئے شرک ایسا گناہ ہے جس کی اللہ کے ہاں معافی نہیں الا یہ کہ انسان سچی توبہ کرلے :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَ يَغۡفِرُ مَادُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ

''اللہ یہ کبھی معاف نہیں کرے گا کہ اُس کے ساتھ (کسی کو) شریک کیا جائے۔ اُس کے سوا جس گناہ کو چاہے گا معاف کردے گا۔'' (النساء : 48، 116)

اِس عہد کی رُو سے ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ شرک کی جملہ صورتوں سے اجتناب کرے۔ اِس حوالے سے حقیقت و اقسامِ شرک کے موضوع پر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے لیکچرز سے استفادہ انتہائی مفید رہے گا۔

ii - عہدِ رسالت (انبیاء پر ایمان رکھنے والوں کے لئے) :

جس طرح تمام انسانوں کی ارواح سے عہدِ الست لیا گیا۔ اسی طرح ایک خصوصی عہد تمام انبیاء سے لیا گیا :

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيۡثَاقَهُمۡ وَمِنۡكَ وَمِنۡ نُّوۡحٍ وَّاِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ ۖ وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿﴾ لِّيَسۡـَٔلَ الصّٰدِقِيۡنَ عَنۡ صِدۡقِهِمۡ ۚ وَاَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿﴾ (الاحزاب : 7 - 8)

''اور جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور آپ ﷺ سے اور نوح ؑ سے اور ابراہیم ؑ سے اور موسیٰ ؑ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ ؑ سے اور عہد بھی ان سے پکا لیا۔ تاکہ (اللہ) سچ کہنے والوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے اور اُس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (آلِ عمران : **81 - 82**)

''اور جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اُس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اُس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اُس پر میرا عہد قبول کیا انہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا کہ تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پھر جس نے اِس سے پہلو تہی کی وہی لوگ فاسق ہیں۔''

کسی نبی کے لئے اِس کا امکان نہیں کہ وہ اللہ سے کیے گئے عہد سے پہلو تہی کرے۔ لہذا یہاں ذکر انبیاء کے نا ننے والوں کا ہے اور گویا یہ عہد تمام انبیاء کے ماننے والوں پر بھی لازم ہے۔ اس عہد کی رُو سے کسی بھی نبی پر ایمان لانے والے کو دو تقاضے ادا کرنے ہیں :

i- ہر نبی پر ایمان لانا اور کسی ایک کا بھی انکار نہ کرنا۔ جیسے اسی سورۃ کی آیت **84** میں فرمایا گیا لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (ہم اُن میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہیں کرتے)۔ اگر کسی ایک نبی کا بھی انکار کیا تو ایسا کرنے والا پکا کافر قرار پائے گا :

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلاً ﴿﴾ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ج وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ﴿﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿﴾ (النساء : 150-152)

''جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں کا کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں ، وہ بلا شبہ پکے کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

ii - رسولوں کی نصرت کرنا یعنی اُن کے مشن میں دست و بازو بننا۔ ہر رسول کا مشن تھا نوعِ انسانی پر اتمامِ حجت کرنا :

رُسُلاً مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ م بَعْدَ الرُّسُلِ

''رسولوں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور خبردار کرنے والے (بنا کر بھیجا تھا) تا کہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے کوئی حجت نہ رہے۔''

(النساء : 165)

نبی کریم ﷺ نے یہ حجت تین پہلوؤں سے قائم فرمائی :

۱- اپنے ذاتی کردار کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے۔

ہمیں بھی اپنے کردار کا ایسا نقشہ پیش کرنا ہے لوگ محسوس کریں کہ ہمارے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں۔

۲- اپنے قول کے ذریعہ۔

ہمیں بھی تبلیغ کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنا ہوگی۔ اِس کے لئے ہمیں تمام جدید ذرائع بھی استعمال کرنا ہوں گے اور جن ذرائع سے شیطان شر پھیلا رہا ہے ہمیں

اُنہیں سے خیر پھیلانا ہوگا۔

۳- عادلانہ نظام کے قیام کے لئے اجتماعی جدوجہد کے ذریعہ۔

اقامتِ دین کے ہدف کا حصول بغیر اجتماعی جدوجہد کے ممکن نہیں۔ یہ جدوجہد آسان نہیں۔مختلف مزاج کے لوگوں کو ساتھ لے کر چلنا اور بار بار اپنی خواہش کے برعکس نظم کے تقاضے پورے کرنا انتہائی کٹھن کام ہے۔لیکن نوعِ انسانی پر اتمامِ حجت کے لئے ایسا کرنا ناگزیر ہے۔

عہدِ رسالت کا تقاضا ہے کہ اپنے قول وعمل اور غلبۂ دین کی اجتماعی جدوجہد کے ذریعہ لوگوں کے سامنے دینِ حق کی گواہی دینے کا فریضہ ادا کریں تاکہ روزِ قیامت سرخرو ہوسکیں۔اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو نہ صرف اپنی بے عملی بلکہ دوسروں کی گمراہی کا الزام بھی ہم پر آئے گا۔

iii- عہدِ شریعت (مسلمانوں کے لئے) :

اِس عہد کی پابندی کلمہ پڑھنے والے ہر مسلمان پر ہے۔کلمہ پڑھنا دراصل اللہ سے ایک عہد کرنا ہے جس کا ذکر قرآنِ حکیم میں اِس طرح ہے :

وَ قَدۡ اَخَذَ مِیۡثَاقَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸﴾ (الحدید : 8)

''اور وہ (اللہ) لے چکا ہے تم سے ایک عہد اگر تم مومن ہو۔''

وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَمِیۡثَاقَہُ الَّذِیۡ وَاثَقَکُمۡ بِہٖ ۙ اِذۡ قُلۡتُمۡ سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَاوَ اتَّقُوا اللّٰہَ (المائدۃ : 7)

''اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی اور اس عہد کو جس کے ذریعہ اُس (اللہ) نے تمہیں پابند کردیا۔جب تم نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور (اب) بچو اللہ کی نافرمانی سے۔''

اِس آیت میں نعمت سے مراد احکاماتِ شریعت ہیں جن پر عمل کرکے دنیا جنت نظیر بن جاتی ہے۔ میثاق سے مراد عہدِ شریعت ہے یعنی کلمہ پڑھ کر ہم اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ

رسول جو حکم دیں گے ہم سنیں گے، مانیں گے اور عقل کو ایک طرف رکھ دیں گے۔ بقول اقبال :

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اِسے تنہا بھی چھوڑ دے

عقل کا لغوی مفہوم ہے روکنا لہذا وہ دنیوی نقصان سے بچانے کی کوشش کرے گی لیکن :

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

قرآنِ حکیم میں احکاماتِ شریعت کے معاملہ میں سمع وطاعت کی روش اختیار کرنے والوں کی مدح اس طرح بیان ہوئی :

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (النور : 51)

''مومنوں کی بات تو بس یہ ہے کہ جب اُنہیں اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

احکاماتِ شریعت میں حقوق اللہ بھی ہیں اور حقوق العباد بھی ہیں۔ عہدِ شریعت کا تقاضا ہے کہ یہ دونوں حقوق ادا کئے جائیں یعنی پورے کے پورے اسلام پر عمل کیا جائے۔ جملہ معاملاتِ انسانی تین طرح کے وعدوں پر مشتمل ہیں :

- اپنے آپ سے عہد کرنا جیسے نیکی کا ارادہ کرنا، گناہوں پر توبہ کرنا، کوئی قسم اُٹھا کر یا کوئی نذر مان کر پوری کرنا وغیرہ۔
- بندوں سے تحریری یا غیر تحریری عہد مثلاً حقوق العباد کی ادائیگی جیسے والدین، اولاد، شوہر و بیوی، اساتذہ اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق، ملازمت، کاروبار یا دیگر پیشہ

ورانہ معاہدات وغیرہ۔

- اللہ سے عہد۔کلمہ پڑھ کر ہم نے اللہ کے ساتھ جنت کے عوض مال اور جان لگانے کا سودا کرلیا ہے :

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَیُقۡتَلُوۡنَ (التوبہ : **111**)

''اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں اُن کیلئے جنت (تیار کی) ہے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو قتل کرتے بھی ہیں اور قتل کیۓ بھی جاتے ہیں۔''

اِس عہد کا تقاضا ہے کہ قتال فی سبیل اللہ کے مرحلہ تک پہنچنے کی بھرپور تیاری کی جائے۔انفرادی زندگی بسر کرنے سے یہ مرحلہ کبھی نہیں آئے گا۔اِس کے لئے ضروری ہے کہ اقامتِ دین کی جدوجہد میں مصروف کسی جماعت سے وابستہ ہوکر فعال طریقہ سے کام کیا جائے تاکہ تحریک تصادم کے مرحلہ تک پہنچ سکے۔نبی اکرم ﷺ نے **15** برس تک یہ تیاری کی۔دعوت کے ذریعہ ایک جماعت فراہم کی اور تربیت کے ذریعہ اُسے مستحکم کیا۔نبوت کے ظہور کے **15** برس بعد پھر بدر کے معرکہ سے قتال فی سبیل اللہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

''مَنۡ مَّاتَ وَ لَمۡ یَغۡزُ وَلَمۡ یُحَدِّثۡ بِہٖ نَفۡسَہٗ مَاتَ عَلٰی شُعۡبَۃٍ مِّنۡ نِّفَاقٍ''

''جسے موت آئی اِس حال میں کہ اُس نے نہ جنگ کی اور نہ اس کے دل میں کبھی اِس کی خواہش پیدا ہوئی تو گویا وہ نفاق کی ایک شاخ پر مرا۔'' (مسلم)

اللہ سے کیے گئے عہد کو پورا کرنے کے لئے اقامتِ دین کے مقصد کے لئے قائم کسی اجتماعیت میں شمولیت ضروری ہے۔ارشاداتِ نبوی ﷺ ہیں :

اِنَّہٗ لَا اِسۡلَامَ اِلَّا بِجَمَاعَۃٍ وَلَاجَمَاعَۃَ اِلَّا بِاِمَارَۃٍ وَلَااِمَارَۃَ اِلَّا بِطَاعَۃٍ

''یقیناً اسلام ہے ہی نہیں بغیر جماعت کے اور جماعت ہے ہی نہیں بغیر امارت کے اور امارت ہے ہی نہیں بغیر (امیر کے احکامات کی) اطاعت کے۔ (سنن دارمی)

اٰمُرُکُمْ بَخَمْسٍ بِالْجَمَاعَۃِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَالْھِجْرَۃِ
وَالْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (ترمذی، مسند احمد)

''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جماعت اختیار کرنے کا' سننے کا' اطاعت کرنے کا' ہجرت کرنے کا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا''۔

عہدِ شریعت کو پورا کرنے کے لئے ہم تنظیم اسلامی شامل ہیں۔ تنظیم میں شمولیت کا عہد ہم سے کچھ تقاضے کرتا ہے جس کی تفصیل آگے بیان کی جارہی ہے۔ اکثر رفقائے تنظیمِ اسلامی ایک اور اجتماعی ادارے مرکزی انجمن خدام القرآن یا اس کی کسی ذیلی شاخ کے بھی رکن ہیں۔ یہ رکنیت اختیار کرتے ہوئے ہم تحریری طور پر ماہانہ مالی تعاون کا عہد کرتے ہیں۔ ہمیں اِس عہد کو ہر ماہ پورا کرنا چاہیئے اور انجمن کی طرف سے کسی یاددہانی کے خط کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔

iv- عہدِ تنظیم (رفقائے تنظیم اسلامی کے لئے) :

بیعت سمع و طاعت کا تقاضا ہے کہ مطالباتِ بیعت پورے کئے جائیں۔ یہ مطالباتِ بیعت، تنظیمِ اسلامی کے نظام العمل میں ''رفیقِ تنظیم اسلامی کے مطلوبہ اوصاف'' کے عنوان سے دیے گئے ہیں :

۱- ایمان و یقین کی پختگی کے لئے غور و فکر کے ساتھ روزانہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا اور باقاعدگی سے درسِ قرآن کی محافل میں شریک ہونا۔

۲ - نصب العین کا جائزہ لینے کے لئے مسلسل مراقبہ کرنا کہ کیا واقعی مقصدِ حیات اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح ہے۔ نماز اور قربانی کی طرح جینا اور مرنا صرف اللہ کے لئے ہے۔ اِس اعتبار سے روزانہ ذاتی احتسابی رپورٹ بھرنا بہت مفید ثابت

ہوتا ہے۔

۳ -**عقائد کی درستگی** یعنی کلمۂ شہادت کے تقاضوں کو اچھی طرح سمجھنا۔ اللہ، یومِ آخرت، فرشتوں، اللہ کی کتابوں، اُس کے رسولوں، تقدیر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین رکھنا۔ اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرنا اور اِس کے سِوا کسی کو کارساز نہ ماننا۔ زندگی کے جملہ معاملات میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنا۔

۴ -**اعمال کی درستگی** کے لئے سابقہ زندگی کے تمام گناہوں پر دلی شرمندگی کے ساتھ اللہ سے مغفرت مانگنا اور آئندہ کے لئے پورے خلوص کے ساتھ توبہ کرنا۔ فرائض اور واجبات کا اہتمام کرنا، اتباعِ نبوی ﷺ کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنے کی کوشش کرنا۔ معاشرت میں شرعی پردے کو اختیار کرنا۔ معیشت میں سود، جوئے اور دیگر حرام ذرائع آمدنی سے اجتناب کرنا۔

۵ - **علمِ دین میں اضافہ** کے لئے 6 ماہ کے اندر اندر ہفت روزہ تربیت گاہ میں شرکت کرنا اور تربیتی وتدریسی نصاب کی جلد از جلد تکمیل کرنا۔ قرآنِ مجید کی قواعدِ تجوید کے ساتھ تلاوت کی مشق کرنا۔ احادیث مبارکہ، سیرۃ النبی ﷺ، سیرتِ صحابہؓ اور تحریکی لٹریچر کا مطالعہ کرنا۔ اپنی فکر کو صحیح بنیادوں پر مستحکم کرنے کے لئے الھدیٰ سیریز کے 44 کیسٹس کی سماعت کو اولین اہمیت دینی چاہیئے۔

٦- **دعوتِ دین** کے لئے ذاتی حیثیت میں پورے دین پر عمل کی دعوت دینے والا بننا اور اِس ضمن میں انسانی ہمدردی کے جذبہ کو پیشِ نظر رکھنا۔ دعوت کا آغاز اہلِ خانہ سے کر کے اِسے درجہ بہ درجہ آگے بڑھانا۔

۷ - **نظم کی پابندی (Discipline)** کے لئے اجتماعات میں پابندی سے شرکت کرنا اور کسی شرعی مجبوری کی صورت میں باقاعدہ رخصت حاصل کرنا۔ امیرِ تنظیم اسلامی کی تقاریر اور خطابات جمعہ سننے کا اہتمام کرنا۔ تنظیمی رسالوں ماہنامہ

''میثاق''اور ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کا باقاعدگی سے مطالعہ کرنا۔

۸- جان سے جہاد یعنی دعوتی اور تنظیمی سرگرمیوں کے لئے روزانہ اوسطاً ڈیڑھ گھنٹہ صرف کرنے کی کوشش کرنا۔

۹- مال سے جہاد یعنی اپنی آمدنی (**Take Home Income**) کا ایک مخصوص حصہ انفاق فی سبیل اللہ کے طور پر ادا کرنا۔ مطلوب یہ ہے کہ ہر رفیق اپنی آمدنی کا کم از کم پانچ فیصد ادا کرنے کی کوشش کرے۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ تنظیم اپنے تمام اخراجات کے لئے صرف رفقاء کے انفاق پر ہی انحصار کرتی ہے۔

۱۰- اختلاف رائے اور تنقید کے حوالے سے اخلاقی آداب کا خیال رکھنا۔ حق بات ضرور کہنا لیکن خیر خواہی کے جذبے کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا۔ اپنے باطن کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہنا کہ شیطانی وساوس کے ذریعے تنظیم کے ساتھیوں اور ذمہ داروں کے خلاف دل میں نفرت نہ پیدا ہو جائے۔

ادائے امانت

اہمیت :

قرآن مجید میں **3** بار ادائے امانت کا حکم دیا گیا، **14** بار ادائے امانت کرنے والوں کی مدح کی گئی اور **9** بار خیانت کرنے والوں کی مذمت کی گئی۔ سورہٗ نساء آیت **58** میں مثبت انداز سے حکم دیا گیا :

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۝

''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں اُن کے حوالے کر دیا کرو۔''

سورہٗ انفال آیت **27** میں منفی اسلوب کے ساتھ فرمایا گیا :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

''اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ اور خیانت نہ کرو اپنی امانتوں

میں جبکہ تم جانتے ہو۔‘‘

اِسی طرح سے ایک ارشادِ نبوی ﷺ میں سخت وعید ہے :

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ

’’جو امانت کی پاسداری نہیں کرتا اُس کا ایمان ہی نہیں۔‘‘ (بیہقیؒ)

امانت کی صورتیں :

امانت کی کئی صورتیں جن میں سے چند یہ ہیں :

1- کسی کی طرف سے حوالے کی ہوئی کوئی شے رقم یا جنس کی صورت میں۔ اِس امانت کو بغیر کسی استفادے کے اصل صورت میں لوٹا دینا۔

2- کسی کا کوئی راز جو ہمارے علم میں ہو۔

3- کسی کا کوئی عیب یا کمزوری جو ہمارے علم میں ہو۔ اگر ہم کسی کی کمزوری چھپائیں گے تو اللہ ہماری کمزوریوں کی پردہ پوشی فرمائے گا کیونکہ وہ ’’سَتَّارُ الْعُیُوْب‘‘ ہے۔

4- کسی کے لئے مشورہ جو ہم سے طلب کیا جائے۔ مشورہ ہمیشہ صحیح دیا جائے، غلط رہنمائی نہ کی جائے اور نہ کوئی حقیقت چھپائی جائے۔

5- کسی کے حق میں رائے جو ہمیں دینی ہو۔ رائے یا ووٹ ہمیشہ تعصّبات اور مفادات سے بالا تر ہو کر دینا چاہیئے۔

6- کسی کے ساتھ لین دین خواہ وہ قرض کی صورت میں ہو یا تجارت کی صورت میں۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے :

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ (ترمذی)

’’سچا اور امانت دار تاجر (روزِ قیامت) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔‘‘

7- کسی مجلس کی خصوصی کاروائی جسے عام کرنا خلافِ مصلحت ہو۔

8 -کسی معاملہ کی گواہی۔موجودہ دور میں اِس امانت کی ادائیگی کافی مشکل ہے۔کسی معاملہ کے گواہوں کوتحفظ حاصل نہیں ہوتا۔لاَ یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلاَ شَہِیْدٌ (نقصان نہ پہنچایا جائے کاتب اور گواہ کو) کی ہدایتِ قرآنی پرعمل نہیں ہورہا۔ایسے میں اگرکسی مہلک نقصان کا خطرہ ہوتو رخصت یہ ہے کہ انسان گواہی نہ دے۔البتہ عزیمت یہی ہے کہ گواہی دی جائے۔سورہ ٔبقرۃ آیت283 میں ارشادِباری تعالیٰ ہے :

وَلاَ تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ ط وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ ط

''اور گواہی کومت چھپاؤ، جواُس کو چھپائے گاوہ دل کا گنہگار ہوگا۔''

گواہی کے حوالے سے امتِ مسلمہ پرایک اہم ذمہ داری ''شہادت علی الناس'' کی ہے :

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطاً لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ
وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا ﴿(البقرۃ : 143)

''اوراسی طرح ہم نے تمھیں ایک درمیانی امت بنایا کہ تم گواہ بن جاؤلوگوں پر اوررسول گواہ بن جائیں تم پر۔''

''شہادت علی الناس'' کامفہوم ہے لوگوں پرگواہی دینا یعنی قول وعمل کے ذریعہ دینی تعلیمات کی گواہی کا حق ادا کرکےنوعِ انسانی پرحجت تمام کرنا تاکہ وہ روزِ قیامت اللہ کے سامنے اپنی بے عملی کا کوئی جواز پیش نہ کرسکیں۔اولاًیہ ذمہ داری نبی اکرم ﷺ کی تھی اورآپ ﷺ اپنی سیرت وکردار،تبلیغ اوراقامتِ دین کی کٹھن جدوجہد کے ذریعہ ہم پر اتمامِ حجت فرما کر سرخرو ہوگئے۔اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے قول وعمل اور غلبہ ٔدین کی اجتماعی جدوجہد کے ذریعہ'' شہادت علی الناس'' کافریضہ ادا کریں۔اگرہم نے ایسا کیا تو ہم بھی روزِ قیامت سرخرو ہوجائیں گے۔بصورتِ دیگر ہم ایسے مجرم ثابت ہوں گے کہ نہ صرف اپنی کوتاہی بلکہ دوسروں کی گمراہی کا وبال بھی ہمارے سر آئے گا۔روزِ قیامت لوگ الزام لگائیں گے کہ یہ دین کے وہ نام لیوا ہیں جواپنے سیرت وکردار کی

وجہ سے دین کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ بن گئے تھے۔

9 - اللہ کا عطا کردہ مال واسباب اور صلاحیت۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

وَاَنۡفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَكُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِيۡنَ فِيۡهِ (الحدید : 7)

''اور خرچ کرو ہر اس شے میں سے جس پر تمہیں خلافت یعنی عارضی اختیار دیا گیا ہے۔''

ایں امانت چند روزہ نزد یاست
درحقیقت مالکِ ہر شے خدا است

جان دی ، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

10 - اولاد اللہ کی عطا کردہ امانت ہے جس کی اچھی تربیت ہماری ذمہ داری ہے اور جس کے بارے میں روزِ قیامت ہم سے سوال ہوگا :

اَلَا كُلُّكُمۡ رَاعٍ وَّكُلُّكُمۡ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَّعِيَّتِهٖ

جان لو کہ تم میں سے ہر اک نگران ہے اور اُس سے اُس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ (متفق علیہ)

اولاد انسان کا ثمر ہے اور اُس کی اصل سوچ اور اقدار (Values) کا اندازہ اُس کا اپنی اولاد کے بارے میں تمناؤں اور منصوبہ بندی سے ہوتا ہے۔ ہمیں اولاد کی صرف دنیوی ضروریات ہی کی نہیں بلکہ اُخروی نجات کی بھی فکر کرنی چاہیئے ،فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ

''اے مومنو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنم کی) آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔'' (التحریم : 6)

11 - منصب خواہ دنیوی عہدہ ہو یا دینی ذمہ داری جیسے تنظیم میں نقیب، امیر یا کسی شعبہ کی نظامت وغیرہ۔ ہمیں بحیثیت امیر یا مامور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیئے اور اُنہیں

ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

12- انسانی وجود میں روح بھی اللہ کی ایک امانت ہے جس کا ذکر قرآنِ حکیم میں اِس طرح ہوا :

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ﴿ (احزاب: 72)

''ہم نے (بارِ) امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو اُنھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا بیشک وہ ظالم اور جاہل تھا۔''

ہمارا جسم مٹی سے بنا ہے اور اِس کی تمام ضروریات اور تسکین کا سامان بھی اِسی مٹی سے وجود میں آتا ہے۔ روح اللہ کے پاس سے آئی ہے اور اِس کی تسکین بھی اللہ کے ذکر اور اُس کی نازل کردہ وحی سے ہوتی ہے۔ جسم کے تقاضے تو ہم خوب پورے کرتے ہیں لیکن روح کی تسکین کے تقاضے فراموش کر دیتے ہیں۔ بقول اقبال :

اس پیکرِ خاکی میں اِک شے سو وہ تیری
میرے لئے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی

روح کی تسکین کے لئے ضروری ہے کہ رات میں اُٹھ کر تہجد کا اہتمام کیا جائے اور اِس میں ٹھہر ٹھہر کر قرآنِ حکیم کی تلاوت کی جائے۔

13- ہمارے پاس سب سے عظیم امانت اللہ کی کتاب قرآنِ حکیم ہے۔ یہ امانت اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے حوالہ کی ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے فرمایا :

'' تمہارے درمیان ایسی شے (قرآن) چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک تم اِس سے چمٹے رہو گے نہ برباد ہو گے اور نہ گمراہ'' (مسلم)

اِس عظیم امانت کے حوالے سے ہماری ذمہ داریوں کو نبی اکرم ﷺ نے یوں بیان فرمایا :

يَآ اَهۡلَ الۡقُرۡاٰنِ لَا تَوَسَّدُوا الۡقُرۡاٰنَ وَاتۡلُوۡهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اٰنَاءَ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَافۡشُوۡهُ وَتَغَنَّوۡبِهٖ وَتَدَبَّرُوۡا مَافِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ وَلَا تَعۡجَلُوۡا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا

''اے قرآن والو! قرآن کو اپنا تکیہ اور سہارا نہ بنالو، بلکہ دن اور رات کے اوقات میں اس کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور اس میں تدبر کرو امید رکھو کہ تم اس سے فلاح پا جاؤ گے اور اس کے ثواب کے حوالہ سے جلدی نہ کرو ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا عظیم ثواب (اپنے وقت پر) ملنے والا ہے''۔(کنزالعمال)

14 - اقامتِ دین کی جدوجہد اور اس کے لئے برعظیم میں چارسو سالہ تجدیدی مساعی کی امانت ہمارے کاندھوں پر ہے۔ پچھلے چار سو سال میں دینِ اسلام کی تجدید اور احیاء کے حوالے سے جو شخصیات برعظیم میں گزریں اُن کی مثال عالمِ اسلام کے دوسرے حصوں میں نظر نہیں آتی۔ گیارہویں صدی میں شیخ احمد سرہندیؒ ، بارہویں صدی میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ ، تیرہویں صدی میں سید احمد شہید بریلویؒ اور چودہویں صدی میں شیخ محمود الحسنؒ ، علامہ اقبال جیسا مفکر، مولانا مودودیؒ جیسا مصنف اور مولانا الیاسؒ جیسا مبلغ صرف اِسی خطہ میں پیدا ہوا، جس خطہ کے بارے میں اقبال نے کہا :

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

اب اِحیائے اِسلام کی اِس تحریک کو آگے سے آگے بڑھانا ہماری ذمہ داری ہے۔

حرفِ آخر :

ایفائے عہد اور ادائے امانت کی مذکورہ بالا تفصیلات ظاہر کرتی ہیں کہ وعدوں اور امانتوں کے حوالہ سے ذمہ داریوں کا بھاری بوجھ ہمارے کاندھوں پر ہے۔ اگر ہم نے یہ ذمہ داریاں ادا کرنے کی اپنی سی کوشش کی تو سرخرو ہو جائیں گے ورنہ **لَا دِيْـنَ لِـمَـنْ لَا عَـهْـدَ لَـهٗ وَلَا اِيْـمَـانَ لِمَنْ لَا اَمَـانَةَ لَـهٗ** کے ارشادِ نبوی ﷺ کی رُو سے نہ ہمارا دین سلامت ہے اور نہ ایمان۔ پھر اندیشہ ہے کہ کہیں ہمارا شمار منافقین میں نہ ہو جائے عہد شکنی اور امانت میں خیانت

منافق کی علامات میں سے ہیں۔

دعا ہے کہ عہد اور امانت کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے مشن میں اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ ذاتِ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ضرور ہماری مدد فرمائے گا، بشرطیکہ ہم بھی اُس کے دین کی خدمت کے لئے کمر کس لیں۔ اُس کا وعدہ ہے :

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ (محمد : 7)

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔''

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ (الحج : 40)

''اور اللہ ضرور مدد کرے گا اُس کی جو اللہ کی مدد کرے گا۔''

جو تجھ سے عہدِ وفا استوار رکھتے ہیں
علاجِ گردشِ لیل و نہار رکھتے ہیں

ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ مایوس وہ ہو جو کچھ نہیں کر رہا۔ ہمیں اپنی سی کوشش کرنی ہے اور اِس کے لئے ذرا سی ہمت کی ضرورت ہے۔ اقبال اپنی نظم جوابِ شکوہ میں ہمیں حوصلہ دیتا ہے کہ :

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکبِ قسمتِ اِمکاں ہے خلافت تیری

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

قال رسول اللہ صلی اللھم علیه وسلم ینزل الدجال فی هذه

السبـخة بـمـرقـنـاـة فيكون أكثر من يخرج اليه النساء حتى ان الـرجل ليرجع الى حميمه والى أمه وابنته وأخته وعمته فيوثقها ربـاطـا مـخـافة أن تـخـرج اليـه ثـم يسـلط الله المسلمين عليه فيـقتـلـونـه ويـقتـلـون شيـعتـه حتى ان اليهودى ليختبئ تحت الشـجـرـة أو الـحـجـر فيـقول الحجر أو الشجرة للمسلم هذا يهودى تحتى فاقتله (رواه أحمد ٥٩٠٥)

مسند الامام أحمد. الاصدار ٢.٠٢

للامام أحمد ابن حنبل

وجدت فى: المجلد الثانى.

(مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنهما).

حـدثـنـا عبد الله حدثنا أبى حدثنا أحمد بن عبد الملك حدثنا مـحمد بن سلمة عن محمد بن اسحق عن محمد بن طلحة عن سالم عن ابن عمر قال:

قـال رسـول الـلـه صـلـى الـلـه عـليـه وسلم ينزل الدجال بهذه السبـخة بـمـرقـنـاـة فيكون أكثر من يخرج اليه النساء حتى ان الـرجـل ليـرجـع الـى حـميمه والى أمه والى ابنته وأخته وعمته فيـوثـقهـا ربـاطـا مخافة أن تخرج اليه ثم يسلط الله المسلمين عـليـه فيـقتـلونه ويقتلون شيعته حتى ان اليهودى ليختبئ تحت الشـجـرـة أو الـحـجـر فيـقول الحجر أو الشجرة للمسلم هذا يهودى تحتى فاقتله.

وجدت فى: المجلد الثالث.

مسند جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنه.

حدثنا أبو بكر أحمد بن جعفر بن حمدان بن مالك القطيعى قال أنبأنا أبو عبد الرحمن عبد الله بن أحمد بن محمد بن حنبل حدثنى أبى حدثنا أبو عامر عبد الملك بن عمرو حدثنا زهير عن زيد يعنى ابن أسلم عن جابر بن عبد الله رضى الله عنهما قال:

أشرف رسول الله صلى الله عليه وسلم على فلق من أفلاق الحرة ونحن معه فقال نعمت الأرض المدينة اذا خرج الدجال على كل نقب من أنقابها ملك لا يدخلها فاذا كان كذلك رجفت المدينة بأهلها ثلاث رجفات لا يبقى منافق ولا منافقة الا خرج اليه وأكثر يعنى من يخرج اليه النساء وذلك يوم التخليص وذلك يوم تنفى المدينة الخبث كما ينفى الكير خبث الحديد يكون معه سبعون ألفا من اليهود على كل رجل منهم ساج وسيف محلى فتضرب رقبته بهذا الضرب الذى عند مجتمع السيول ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما كانت فتنة ولا تكون حتى تقوم الساعة أكبر من فتنة الدجال ولا من نبى الا وقد حذر أمته ولأخبرنكم بشىء ما أخبره نبى أمته قبلى ثم وضع يده على عينه ثم قال أشهد أن الله عز وجل ليس بأعور.

پیشکش pdf format از www.hamditabligh.net